اسلام اور فنِ تعمیر (۲)

مرزا عمران حیدر ☆

مساجد کی آرائش وزیبائش

''مَسْجِدٌ'' سَجَدَ يَسْجُدُ (نَصَرَ يَنْصُرُ) سے اسم ظرف مکان کا صیغہ ہے' جس کا مطلب ہے سجدہ کرنے کی جگہ۔ اصطلاح میں مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں جسے سجدہ کرنے (نماز پڑھنے) کے لیے خاص کر دیا گیا ہو۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں عبادت کے لیے مخصوص جگہ کا تصور ہے۔ مذہبی رسومات کی ادائیگی ان معبد خانوں میں ہی ہو سکتی ہے۔ اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں عبادت اور نماز کی ادائیگی کے لیے عبادت گاہ یعنی مسجد میں جانے کی شرط نہیں اور نہ ہی کسی مخصوص ہیئت کی عمارت بنانا ضروری ہے۔ پوری زمین ہی مسلمانوں کی مسجد ہے۔ جہاں پاک صاف جگہ دیکھی وہیں نماز شروع کر دی۔ فرمان نبویؐ ہے:

((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ...... وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ))(۱۹)

''مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں:...... (ان میں سے ایک) میرے لیے پوری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔ میری اُمت میں سے جس آدمی پر نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ (کسی پاک صاف جگہ پر) نماز ادا کر لے''۔

مسجد کی تعمیر کی فضیلت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج ہر مسلمان مسجد کی تعمیر میں حسب استطاعت حصہ ڈالنے کو اپنے لیے سعادت اور اپنا فرض سمجھتا ہے۔ یہ بڑی مبارک سوچ ہے۔

☆ شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

دین داری اور اسلام سے وابستگی کے جذبے سے جب مسجد کی تعمیر شروع ہوتی ہے تو ہر مسلمان خدائی خدمت گار بنتے ہوئے دامے' درمے' سخنے اس میں حصہ ڈالتا ہے۔ یقیناً ہر مسلمان خلوص اور نیکی کے جذبے سے ایسا کرتا ہے۔ بہترین مشوروں کی روشنی میں جو عالی شان مسجد تعمیر ہوتی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس تعمیر ہونے والی مسجد کی انتظامیہ یہ چاہتی ہے کہ ہماری مسجد دیگر مساجد سے ہر پہلو سے بہتر ہو۔ اس طرح نیکی کے جذبے سے ایسی مسابقت پیدا ہو جاتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ لیکن بہتری کی دوڑ میں شرکت کرتے ہوئے ہم ان تعلیمات کو نظر انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کا شارع علیہ السلام نے ہمیں پابند بنایا ہے۔ لہٰذا آج کثرت سے ایسی مساجد نظر آتی ہیں جن کی پرشکوہ عمارات قابل دید ہوتی ہیں۔ بڑی بڑی عمارات' وسیع و عریض صحن' رنگ روغن کا بے دریغ استعمال' ٹائلوں اور پتھروں کا کثیر استعمال' وضوخانے اور بیت الخلاء کی تزئین پر بے تحاشا خرچ اور پھر مسجد کی قبلے کی جانب دیوار پر پھول بوٹے' شیشے اور ڈیکوریشن کے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ بسا اوقات خاص موقعوں پر کئی کئی دن کے لیے چھتوں کو باقاعدہ سجایا جاتا ہے۔ یہ عموماً وہ صورت حال ہے جو ہمیں اپنے گردو پیش میں نظر آتی ہے۔ جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلَاتِيْ)) (۲۰)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جس کے ساتھ انہوں نے اپنے گھر کی ایک جانب کو ڈھانپ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے اپنا یہ پردہ دور کرلو' اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں خلل ڈال رہی ہیں۔''

ایک طرف یہ حدیث ہے اور دوسری طرف ہمارا عمل ہے کہ سامنے کی دیوار کی خوبصورتی پر ہم سارا زور لگا دیتے ہیں۔ شیشے' بیل بوٹے' نقش و نگار' بہترین ٹائلیں اور تراشے ہوئے پتھر نظر آتے ہیں۔ کپڑے پر بنی ہوئی تصاویر سے رسول اللہ ﷺ کی نماز میں خلل واقع ہوا تو ہماری نمازوں کا کیا بنتا ہوگا؟ اکثر و بیشتر پہلی صف میں کھڑے نمازی شیشے میں اپنا حلیہ سنوارتے یا نقش و نگار میں مشغول نظر آتے ہیں۔

بھلائی اور خیر خواہی کے جذبے سے کام کرنے والے جب اپنی عظیم الشان مسجد دیکھتے ہیں تو ان کے اندر فرحت و انبساط کے ساتھ ساتھ فخر و غرور پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اپنی مسجد اچھی اور دوسروں کی بری لگنے لگتی ہے۔ فخر و تکبر کا یہ احساس دل سے سفر کرتا ہوا نوکِ زبان

پر آ جاتا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں اپنی مسجد کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ نیکی کے جذبے سے اسراف وتکبر کی جو غلطیاں ان سے سرزد ہو رہی ہیں اس کے احساس سے وہ لوگ عاری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیان کی ہوئی پیشین گوئی آج حرف بحرف سچ دکھائی دیتی ہے اور اسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ))(۲۱)

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگ جائیں گے''۔

اس حدیث کی شرح میں صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

ای یتفاخر فی شانھا او بنائھا یعنی یتفاخر کل احد بمسجدہ ویقول مسجدی ارفع او ازین او احسن ریاء وسمعة واجتلابا للمدحة قال ابن رسلان ھذا الحدیث فیه معجزة ظاھرة لاخبارہ صلی اللہ علیه وسلم عما سیقع بعدہ فان تزویق المساجد والمباھاة بزخرفتھا کثر من الملوك والامراء فی ھذا الزمان بالقاھرة والشام وبیت المقدس باخذھم اموال الناس ظلما وعمارتھم بھا المدارس علی شکل بدیع نسال اللہ السلامة والعافیة (۲۲)

''مساجد کی شان اور تعمیر میں باہم فخر کریں گے' یعنی ہر ایک اپنی مسجد کے ساتھ فخر کرے گا اور کہے گا میری مسجد زیادہ بلند' یا زیادہ خوبصورت یا زیادہ اچھی ہے۔ وہ ریاکاری' شہرت اور تعریف سننے کے لیے ایسا کہے گا۔ ابن رسلان نے کہا اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی روایات کے لیے معجزہ ہے جو عنقریب واقع ہوگا۔ مساجد کی عمدہ تعمیر اور ان کی خوبصورتی پر فخر کرنا اس زمانے میں بادشاہوں اور امراء کی طرف سے بہت زیادہ ہے۔ قاہرہ' شام اور بیت المقدس میں ظلم کے ساتھ لوگوں کے مال لیے جاتے ہیں اور ان سے مدارس کی عجیب وغریب (بہترین) تعمیر کرتے ہیں۔ ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کے طلب گار ہیں''۔

یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ ابن ماجہ' مسند احمد اور دارمی میں بھی ہے۔ بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

وَقَالَ اَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى(۲۳)

''حضرت انسؓ نے فرمایا: وہ لوگ ان مسجدوں کے بارے میں باہم فخر کریں گے' پھر وہ انہیں آباد نہیں رکھیں گے مگر کم ہی۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: البتہ تم ضرور بالضرور اِن (مساجد) کی تزئین کرو گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے''۔

آج خوشنما اور خوبصورت مساجد تو بہت ہیں لیکن نمازیوں سے معمور کم ہی ہیں' بس جمعہ کے دن کچھ رونق ہوتی ہے اور وہ بھی خطبہ کے آخری دس پندرہ منٹ کے لیے۔ اور بہت سی مساجد تو ایسی ہیں جو جمعہ کے دن بھی نمازیوں کی کمی پر نوحہ کناں نظر آتی ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظاہری ٹیپ ٹاپ کی فکر میں ہر بندہ غلطاں نظر آتا ہے' لیکن مساجد کی حقیقی آبادکاری کا درد مسلمانوں کو کم ہی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر و ہیئت

مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع کی۔ اس تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جوش و جذبہ اور اشتیاق دیدنی تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ باقی صحابہ کے مقابلے میں دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی بنفس نفیس شریک ہوئے۔ آپ ﷺ اینٹیں منتقل فرماتے اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ
اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةْ   فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ(۲۴)

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ ہمارے پروردگار کی قسم! یہ زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے۔ اے اللہ! اصل اجر تو آخرت کا اجر ہے' پس تو انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمتیں نازل فرما!''

اس جذبے اور ولولے سے جو مسجد تعمیر ہوئی اب اس کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

''دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹ اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوائے گئے اور کھجور کے تنوں کے کھمبے بنا دیے گئے۔ زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں بچھا دی گئیں۔ تین

دروازے لگائے گئے‘ قبلے کی دیوار سے پچھلی دیوار تک ایک سو ہاتھ لمبائی تھی۔ چوڑائی بھی اتنی یا اس سے کچھ کم تھی۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ گہری تھی۔“(۲۵)

سو ہاتھ لمبی اس مسجد نبویؐ کے تین دروازے ہیں۔ دیواریں کچی اینٹوں کی ہیں اور ستونوں کی جگہ کھجور کے تنے ہیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈالے گئے ہیں۔ فرش کے طور پر باریک کنکریاں بچھی ہیں۔ چھت ایسی ہے جو بارش کے پانی کو بھی پوری طرح روکنے سے قاصر ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ' قَالَ حَتّٰى رَأَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهٖ(۲۶)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا‘ یہاں تک کہ میں نے کیچڑ کا نشان آپؐ کی پیشانی مبارک پر دیکھا۔“

اس تعمیری ڈھانچے کا نام مسجد نبویؐ ہے۔ فن تعمیر کے اس شاہکار اور مرکز میں بیٹھ کر مسلمانوں نے ایمان و جرأت اور کامیابیوں کی وہ تاریخ رقم کی جس کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ ٹپکتی چھت والی اس مسجد کی تعمیر مکمل تھی اور اس کے آبادکاروں کو کسی قسم کے احساسِ محرومی کا سامنا نہ تھا‘ بلکہ وہ تو ایمان و یقین کا منبع تھے اور اسی مسجد میں طے کردہ پالیسیوں کی روشنی میں ایک دنیا پر اسلام کا علم لہرا رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی کیفیت

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے ہی مسجد نبویؐ کی تعمیر کا کام کیا۔ مسجد نبویؐ کی تکمیل کے ساتھ ہی مسجد سے متصل آپؐ کی رہائش کے لیے گھر بنایا گیا۔ اُمہات المؤمنینؓ اس گھر کے حجروں میں قیام پذیر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حجرۂ عائشہ میں ہوئی۔ وہیں آپؐ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ آپؐ کے رہائشی کمرے کی لمبائی چوڑائی کا آج بھی جا کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک تعمیرات کے سلسلے میں بڑا معروف رہا۔ اس نے ان حجروں کو نئی تعمیرات کے لیے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن یزیدؒ نے ان حجروں کی تفصیلات بیان کی ہیں جن کے مطابق یہ کل نو حجرے تھے‘ ان میں سے چار حجرے کچی اینٹوں سے بنے ہوئے تھے اور پانچ حجروں کو شاخوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ کیا گیا تھا۔ تین ہاتھ لمبے اور تین ہاتھ چوڑے کمبل دروازوں پر

ڈالے گئے تھے۔ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھایا جائے تو تقریباً اتنی ہی اونچی چھت تھی۔(۲۷)

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے ان سادہ سے حجروں میں ساری زندگی گزار دی۔ مسلمان ایک دنیا کو فتح کر چکے تھے' وسائل کی کوئی کمی نہ تھی۔ ہر خلیفہ اُمہات المؤمنین کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہوئے ان کے حضور تحائف بھیجتا رہا' لیکن ہماری اُن ماؤں میں سے کسی ماں نے بھی تعمیر و تزئین کی پروا نہ کی اور حاصل ہونے والی رقوم دیگر اصلاحی اور رفاہی کاموں پر خرچ کر دیں۔ اگر مسلمان ان حجروں کے سونے چاندی کے دروازے لگانا چاہتے تو انہیں کوئی کمی نہ تھی' لیکن اسلامی تربیت کے پیش نظر نہ تو کسی کے ذہن میں ایسی بات آئی اور نہ ہی کسی نے اس کا اظہار کیا۔

تعمیرات کا تمدنی ارتقاء

رسول اللہ ﷺ کے دور کی مساجد اور گھروں کی کیفیت دیکھ کر یا تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس وقت وسائل ہی یہی تھے' اس سے بڑھ کر اگر کوئی سوچتا تو اس کے پاس وسائل موجود نہیں تھے' لیکن اب تو تعمیرات کے میدان میں بے شمار چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں اور وہ ہماری پہنچ میں بھی ہیں' لہٰذا ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ موجودہ دَور میں رسول اللہ ﷺ کے دَور کی تعمیراتی کیفیت کے ساتھ رہنا محال ہے۔ یا پھر اس کے برعکس یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اسلام آج بھی مسلمانوں کو اسی طرح کے کچے گھروں میں رہتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے اور ترکِ دنیا کا درس دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہمیں جو وسائل دستیاب ہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان کا تصور بھی محال تھا' اور ان وسائل کے استعمال کے جواز میں کوئی دوسری رائے بھی نہیں ہے' لیکن ہمیں اندازِ تعمیر میں ارتقاء کا صحیح تصور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے ملتا ہے۔

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: **بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَاَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ......**(۲۸) ''یہ باب ہے مسجد بنانے کے بارے میں۔ ابوسعید نے کہا مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی تھی اور حضرت عمرؓ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا میں لوگوں کو بارش سے بچاتا ہوں''۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ:

اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ' فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ

عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَاَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ(۲۹)

''رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد اینٹوں کی بنی ہوئی تھی' چھت ٹہنیوں کی تھی' ستون کھجور کی لکڑی کے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں کچھ بھی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس (کے حجم) میں اضافہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے دور کی بنیادوں پر ہی اسے اینٹ اور ٹہنیوں کے ساتھ بنایا اور ستون دوبارہ ویسے ہی (کھجور کی) لکڑی کے بنائے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اسے تبدیل کر دیا اور اس میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ آپؓ نے اس کی دیواریں منقوش پتھروں اور چونے سے بنائیں' ستون منقوش پتھروں کے بنائے اور چھت عمدہ اینٹوں سے بنائی''۔

رسول اللہ ﷺ کے دور کی مسجد نبویؐ کا تفصیلی خاکہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی ترمیم و تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر و مرمت کا کچھ کام کروایا لیکن یہ کام رسول اللہ ﷺ کی تعمیر شدہ بنیادوں پر ہی کروایا اور امام بخاری کی مذکورہ بالا وضاحت کے مطابق اس تعمیر و مرمت کا مقصد مسجد کی چھت کے ٹپکنے کو روکنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد کی چھت بارش کے پانی سے ٹپکتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی اصلاح فرمائی اور مسلمانوں کو ایک سہولت مہیا فرمائی۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد کی دوبارہ تعمیر کروائی جس میں ہندوستان سے منقش پتھر منگوا کر لگائے گئے' مسجد کے رقبے میں خاطر خواہ اضافہ کروایا' دیواروں اور ستونوں کو قیمتی پتھر سے تعمیر کروایا' چھت پر بھی عمدہ قسم کی اینٹیں لگائی گئیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں دولت کی فراوانی تھی' مسلمان مالی طور پر مستحکم اور خوش حال تھے۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ مسجد کی توسیع ان کی ایک ضرورت تھی۔ ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کی فضیلت بیان کی اور اسی بنیاد پر زر کثیر صرف کر کے عمدہ اور عالی شان مسجد تعمیر کر لی۔ ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس تعمیر میں بظاہر کوئی اسراف اور بہت زیادہ نمود و نمائش نظر نہیں آ رہی' لیکن اس کے باوجود اس اندازِ تعمیر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ناپسند جانا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا انکار کیا۔ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں یوں وضاحت فرمائی ہے:

ثم کان عثمان والمال فی زمانه اکثر فحسبه بما لا یقتضی الزخرفہ'
ومع ذلك فقد انکر بعض الصحابة علیه[۳۰]

''پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا۔ ان کے زمانے میں مال زیادہ ہوگیا' ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا جو اگرچہ ملمع کاری (نمود و نمائش) کو نہ پہنچتا تھا لیکن اس کے باوجود بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان (کے اس کام) کا انکار کیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جس انداز میں تربیت فرمائی تھی اسی نبوی تربیت کے زیر اثر وہ سمجھتے تھے کہ تعمیرات پر اس قدر رقم خرچ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسراف نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کا انداز شاہانہ تھا' لیکن مسجد نبویؐ کے اس طرزِ تعمیر کو صحابہ کرامؓ مناسب نہیں سمجھتے تھے' اسی لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو ٹوکا۔ ان کے مقابلے میں حضرت عثمانؓ انہیں تعمیر مسجد کی احادیث سنا کر یہ باور کراتے تھے کہ میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ کام کر کے اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اب اندازہ فرمائیے کہ حضرت عثمانؓ کی تعمیر کردہ مسجد نبویؐ کے مقابلے میں ہماری اِن تعمیرات کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا ردّعمل ہوگا!

ولید بن عبدالملک کے دور کی تعمیرات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں منقش پتھروں کے استعمال سے ایک نئے طرزِ تعمیر کی بنیاد پڑی اور پھر یہ طرزِ تعمیر ترقی کرتا رہا' یہاں تک کہ ولید بن عبدالملک کے دور میں بامِ عروج کو پہنچ گیا۔ ولید تعمیرات کا شوقین تھا۔ اس نے ایسی عمارات تعمیر کروائیں جنہیں دیکھنے کے لیے لوگ دور دراز سے آتے تھے۔ ایک زمانہ ان کی تعمیرات کا مداح تھا۔ ان میں سے ہم صرف دو نمونے ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

مسجد نبویؐ: ۸۸ ہجری میں ولید بن عبدالملک نے مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسجد نبویؐ کی تعمیر نو کا حکم دیا۔ معاونت کے لیے قیصر روم کو لکھا تو اس نے جواب میں ایک لاکھ مثقال سونا' چالیس گٹھے منبت کاری کا سامان' مدائن سے نقش و نگار کا سامان اور بہت سے کاریگر بھیجے۔ صرف قبلہ رُخ کی دیوار اور اس کے طلائی کام پر پینتالیس ہزار اشرفی خرچ ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''پوری عمارت پتھر کی تھی' تمام در و دیوار اور چھت پر طلائی کام اور اعلیٰ درجہ کی مینا کاری تھی۔ مسجد سے متعلق ایک فوارہ بھی تعمیر کیا گیا۔ تین سال کے عرصہ میں عمارت تیار ہوئی۔ ۹۱ھ میں

ولید خود اس کے ملاحظہ کے لیے مدینہ گیا۔(۳۱)

جامع دمشق: جامع دِمشق کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض مؤرخین کے مطابق اس کی تعمیر پر ملک شام کا پورے سات برس کا خراج صرف ہوا۔ نقد کے حساب سے چھپن لاکھ اشرفی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صرف جزیرۂ قبرص سے اٹھارہ جہازوں پر سونا اور چاندی آیا تھا۔ بارہ ہزار مزدور کام کرتے تھے اور آٹھ یا نو سال کے طویل عرصے میں یہ عمارت تیار ہوئی۔ اس میں بیک وقت بیس ہزار افراد سما سکتے تھے۔ پوری عمارت سنگ مرمر کی تھی، جس میں مختلف رنگوں کے پتھروں سے بوقلمونی پیدا کی گئی تھی، درو دیوار پر طلائی اور لاجوردی کام اور مختلف رنگوں کی منبت کاری تھی۔ خارجی تزئین و آرائش کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف چھ قندیلیں سونے کی زنجیروں میں آویزاں تھیں۔ یہ عمارت عظمت و شان اور آرائش و زیبائش غرض ہر لحاظ سے اُس دَور کے عجائبات میں سے تھی اور دنیا کی بڑی عمارتوں میں اس کا پانچواں نمبر تھا۔(۳۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دَور

ولید بن عبدالملک نے ان عمارات کی تعمیر میں بے انتہا دولت اور زمانے بھر کی صناعیاں خرچ کر دی تھیں۔ تعمیرات کا ذوق ایسا تھا کہ اس کے دور میں لوگوں کی گفتگو کا موضوع اکثر تعمیرات ہی ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اچھی تعمیر کا شروع ہونے والا ذوق ولید کے دور میں بامِ عروج تک پہنچ چکا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کو پسند نہیں کیا تھا اور ولید کے دور میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی باقی رہے تھے۔ ابن حجر کی وضاحت کے مطابق فتنے سے ڈرتے ہوئے وہ خاموش رہے۔ ولید کے بعد سلیمان آئے۔ اس کے بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آیا تو انہوں نے سر سے پاؤں تک سونے، چاندی اور جواہرات میں ڈوبی ہوئی جامع دِمشق کو فضول خرچی سمجھا اور اس کی تمام قیمتی اشیاء کو نکال کر بیت المال میں جمع کروانے کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت روم کے قاصد آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جامع دِمشق کو دیکھ کر کہا ''ہم لوگ تو سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا عروج چند روزہ ہے، لیکن اس عمارت کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مسلمان ایک زندہ رہنے والی قوم ہے''۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔(۳۳)

گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علماء اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں سے کوئی بھی تعمیرات پر ہونے

والے اس خرچ کو درست نہیں سمجھتا۔ سبھی کے نزدیک یہ اسراف ہے۔ ان میں سے کچھ فتنے سے ڈرتے ہوئے اور کچھ مصلحت کے تحت خاموش رہے۔ البتہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عمل سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کی عظمت کے اظہار اور شعائرِ اسلام کی شان و شوکت کے لیے ایسی تعمیرات درست ہیں۔ لیکن اس تجزیے کے لیے چار باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے:

(۱) خلافت کا قیام ہو چکا تھا' جہاد جاری تھا' مسلمان ضروریاتِ دین کو پورا کر چکے تھے۔ بنیادی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد وہ دیگر علوم میں بھی آگے بڑھ رہے تھے۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ تعمیرات خود نہیں کروائیں بلکہ پہلے سے تعمیر شدہ ان مساجد کی آرائش پر ہونے والے اسراف کو ختم کرنے کا ارادہ کیا' پھر مصلحت کے تحت ایسا کرنے سے باز آ گئے۔ مزید یہ کہ آپؒ نے اسلام کی شان و شوکت کے اظہار کے لیے بھی خود ایسی تعمیرات نہیں کروائیں۔

(۳) اس دور تک ہونے والی تمام تعمیرات صرف مساجد' دینی مراکز اور امورِ دینیہ کی انجام دہی کے لیے ضروری عمارات پر مشتمل تھیں' جبکہ لہو و لعب' علامتی اور یادگاری عمارات کا وجود مفقود تھا۔ اس وقت تک ہونے والی تعمیرات میں رضائے الٰہی' نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا جذبہ کارفرما تھا۔

(۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دَور وہ بے مثال دَور ہے جس میں غربت کا مکمل خاتمہ ہو گیا تھا۔ زکوٰۃ دینے والے تو موجود تھے' لینے والے تلاش کرنے پڑتے تھے۔ وہ امن و امان اور معاشی آسودگی کا دَور تھا۔ زندگی کی بنیادی سہولیات ہر انسان کو میسر تھیں۔ اس معاشی خوشحالی کے دور میں مساجد کی تعمیر میں ہونے والے اسراف کو مصلحت کے تحت برداشت کیا گیا تھا۔

مذکورہ بالا باتوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ عمارات کی تعمیر میں بے جا صرف کرنا کسی بھی پہلو سے قابل ستائش نہیں ہے۔ جب دینی مراکز کی تعمیر کے حوالے سے یہ بات واضح ہے تو ان سے ہٹ کر کی جانے والی تعمیرات کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مفادِ عامہ اور دیگر ضروری تعمیرات کے جواز کے لیے کچھ دوسرے دلائل ہیں جن پر بعد میں گفتگو ہو گی' اِن شاء اللہ۔

مسلمان حکمرانوں کی تعمیرات

اس کے بعد ایسا دور آتا ہے جس میں مسلمان انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورتوں میں اپنے مقصد زندگی سے دور ہوتے چلے گئے۔ دین سے دُوری کا یہ رجحان تعمیرات سمیت ہر میدان میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس لیے ہم اسے اسلامی دَور کی بجائے مسلمانوں کے دَور کے طور پر بیان کریں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد ایسے حکمران آنے شروع ہوئے جن کی دین داری‘ علم اور تقویٰ پہلے حکمرانوں جیسا نہ تھا۔ انہوں نے تعمیرات میں اسلامی حدود و قیود کا خیال نہ رکھا۔ دولت کی فراوانی‘ نمود و نمائش کی زندگی اور دُنیوی اعتبار سے اپنے سے پہلے حکمران سے آگے نکلنے کے جذبے سے لایعنی اور اسراف پر مشتمل تعمیرات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اسلام نے بنیادی ضرورت کا نظریہ پیش کیا تھا۔ یہ حکمران علاقائی اور گردونواح کی تہذیب سے متاثر تھے‘ جس کی وجہ سے یہود و ہنود اور نصاریٰ کی تہذیب اسلامی ممالک کی طرف سفر کرنے لگی۔ ایران کی مجوسیت کا رنگ بھی نمایاں ہونے لگا۔ جہاں تک طرزِ تعمیر کی بات ہے تو اس میں علاقائی ضرورتوں کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اظہارِ ذوق کے لیے علاقائی انداز بھی کوئی بری چیز نہیں ہے۔ مثلاً افغانستان میں ہشت پہلو گنبد کا رواج ہے تو برصغیر پاک و ہند میں گول گنبد کا۔ اگر گنبد بنانا درست ثابت ہو جائے تو یہ فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ سوال یہ ہے کہ خود گنبد کی حیثیت کیا ہے؟

اُس دور میں نئے نئے شہر آباد کیے گئے اور ان میں وسیع و عریض قلعے‘ محلات‘ حمامات‘ باغات‘ تاریخی یادگاریں اور مقبرے تعمیر کیے گئے۔ یہ سب کچھ اپنے ذوق کے اظہار‘ اپنی بقاء اور اپنے آپ کو منوانے کے لیے کیا گیا۔ مختلف علاقوں میں ان کی مختلف صورتیں اختیار کی گئیں۔ مثال کے طور پر ہم برصغیر پاک و ہند کو دیکھتے ہیں۔ یہاں پر مسلمان حکمرانوں نے قلعے‘ باغات اور کثرت سے مقبرے تعمیر کیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے عالی شان مساجد بھی بنوائیں‘ لیکن ان کی اکثر تعمیرات دوسری نوعیت کی ہی تھیں اور ان تمام میں اسراف واضح طور پر نظر آتا ہے۔

مساجد کے بارے میں ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔ اب ذرا مقبروں کا جائزہ لیتے ہیں۔ مقامی ہندو آبادی نے اپنی دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیاں اور مندر بنائے جس سے

(نقش کاری' منبت کاری اور پتھروں کی تراش خراش کے فن نے تقویت پکڑی۔ کم وبیش یہی فن مسلمانوں کی تعمیرات میں بھی نظر آنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنے صوفیاء کے مزارات اور خانقاہیں بنائیں۔ اور حکمرانوں نے اپنے اور اپنی بیویوں کے محل نما مقبرے اور ان کے اردگرد لمبے چوڑے باغات تعمیر کروائے۔ اس طرح ہندو تہذیب کو مسلم تہذیب میں داخلے کا راستہ دیا گیا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ مسلمانوں نے بابری مسجد اور تاج محل بنایا۔ اوّل الذکر کو ہندوستان کے ہندوؤں نے صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اور مؤخر الذکر کو نہ صرف آراستہ وپیراستہ کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو عجائباتِ عالم میں شمار کروانے کے لیے راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کی امتیازی تعمیرات سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ تاج محل دراصل مسلمان حکمرانوں کا روشن کارنامہ نہیں بلکہ ان کے ماتھے کا داغ ہے۔ ایک تاج محل ہی کیا' مقبرۂ جہانگیر' مقبرۂ آصف جاہ' مقبرۂ نور جہاں اور اَن گنت مقابر ہمارے گرد وپیش میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حکمرانوں کے بڑے بڑے مقبروں کے ساتھ ساتھ صوفیاء کے مزارات پر بھی رعایا کی بہت محنت اور کمائی صرف ہوئی ہے۔ اور اب تو عام لوگ بھی اپنے بڑوں کی قبروں کو یادگار بنانے کے لیے کئی طرح کے جتن کرتے اور پاپڑ بیلتے ہیں۔

مقابر کے بارے میں دین کی ہدایات

ان قبروں اور مزاروں کا دین کی ہدایات کی روشنی میں جائزہ لیں تو ہمیں حسب ذیل ہدایات ملتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ[٤٠]

''رسول اللہ ﷺ نے پکی قبر بنانے' اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ:

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ[٤١]

''رسول اللہ ﷺ نے پکی قبریں بنانے' اُن پر لکھنے' عمارت بنانے اور اُن پر چلنے پھرنے سے منع فرمایا ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو پکا کرنا' اس پر عمارت بنانا' اس پر لکھنا' اس پر مجاور بن

کر بیٹھنا اور بعض روایات کے مطابق ان پر روشنی وغیرہ کا انتظام کرنا' ان تمام امور سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو پکا کیا گیا ہے اور اس پر عمارت بنائی گئی ہے؟ تو اس کا جواب صحیح بخاری میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا)) (۳۶)

''اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپؐ کی قبر مبارک بھی کھلی چھوڑی جاتی۔ اس بات کا خوف محسوس کیا گیا کہ اسے سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا''۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو شرک کے خطرے سے بچتے ہوئے چار دیواری میں رکھا گیا اور اس پر کمرہ تعمیر کیا گیا۔ قبر' قبرستان میں ہی ہونی چاہیے۔ یہ انبیاء ؑ کا خاصہ ہے کہ جہاں فوت ہوں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ عمومی حالات میں رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے کا حکم دیا تاکہ قبرستان کا منظر دیکھ کر انسان کو اپنی موت یاد آئے اور آخرت کے تصور سے وہ دنیا میں گناہوں کے ارتکاب سے باز آ جائے۔ اس مقصد کے برعکس حکمرانوں نے جو مقبرے بنا رکھے ہیں یا علماء وصوفیاء کے مزارات بن چکے ہیں وہ آخرت کی یاد دلانے کی بجائے دنیاداری کے اظہار کے مراکز یا شرک کے اڈے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبر کچی بنانے اور ایک بالشت اونچی' اونٹ کی کوہان کی طرح بنانے کا حکم دیا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کی تعمیرات اور مقبرے ان کا اپنا ذوق اور کلچر ہو سکتا ہے' انہیں اسلامی فن تعمیر قرار دینا کسی طور پر درست نہیں ہے۔ برصغیر پاک وہند کی طرح ترکی' مصر' ایران' عراق' شام وغیرہ میں بھی مسلمان حکمرانوں نے اسی طرح کا تعمیراتی کلچر پیش کیا ہے جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ ان تمام فضولیات اور اسرافات کو اسلامی تاریخ کی بجائے مسلمانوں کی تاریخ کا حصہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔

(جاری ہے)

حواشی

(۱۹) صحیح البخاری' کتاب الصلاۃ' باب قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔

(۲۰) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته۔
(۲۱) سنن ابی داوٗد' کتاب الصلاة' باب فی بناء المساجد۔
(۲۲) عون المعبود' شرح ابی داوٗد۔
(۲۳) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب بنیان المسجد۔
(۲٤) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب هجرة النبیؐ واصحابه الی المدینة۔
(۲۵) الرحیق المختوم' مولانا صفی الرحمن مبارك پوری' ص ۳۰۸۔
(۲٦) صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها وبیان محلها وارجی۔
(۲۷) طبقات ابن سعد' ج۲' ص ۱۸۰۔
(۲۸) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب بنیان المسجد۔
(۲۹) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب بنیان المسجد۔
(۳۰) فتح الباری۔
(۳۱) تاریخ اسلام' شاہ معین الدین احمد ندوی' ج۲' ص ۱۷۸'۱۷۷۔
(۳۲) حوالہ ومزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: تاریخ اسلام' شاہ معین الدین احمد ندوی' حصہ دوم' ص ۱۷۸' ۱۷۹۔
(۳۳) کتاب البلدان' ص ۱۰۸۔
(۳٤) صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب النهی عن تجصیص القبر۔
(۳۵) سنن الترمذی' کتاب الجنائز عن رسول اللهﷺ' باب ما جاء فی کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها۔
(۳٦) صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب مرض النبیﷺ ووفاته۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس وخطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن' کتب احادیث کے تراجم' میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے' اردو وانگریزی کتب' کیسٹس' سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے!